جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

افغانستان میں شکست کا ملبہ پاکستان پر کیوں؟

دنیائے عرب میں پیش آنے والے انقلابات (Arab Spring) کے بعد اب افغانستان' پاکستان اور ایران (عجم) میں بھی حالات کا رخ بدل چکا ہے۔اور یہاں بھی انقلاب برپا ہے جسے صحیح معنوں میں انقلابِ عجم (The Ajam Spring) کہا جا سکتا ہے۔عرب عوام غیر ملکی طاقتوں کے پٹھو حکمرانوں سے نجات کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جبکہ غیر عرب دنیا کے عوام عالمی استعماری قوتوں کے خلاف صف آرا ہیں۔اس جدوجہد کا نقطہ آغاز 1980ء میں افغانستان پر روسی افواج کے حملے اور روس کی شکست وریخت سے ہوا۔ان مجاہدین کو بعد میں طالبان کے نام سے موسوم کیا گیا جنہوں نے امریکہ کے عالمی بالادستی کے عزائم کو چیلنج کیا اور دس سال کے قلیل عرصے میں انہیں شرمناک شکست سے دوچار کر دیا ہے جسے امریکہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔یہی وجہ ہے کہ طالبان امریکیوں کو افغانستان سے نکلنے کا پرامن راستہ فراہم کرنے کو تیار نہیں جس طرح انہوں نے 1989ء میں روسیوں کو دیا تھا۔یہی المیہ کیا کم تھا کہ طالبان نے ایک نئی حکمت عملی کے تحت کابل اور قندھار میں سیاسی وعسکری مراکز کو نشانہ بنا کر عالمی قوتوں کو ایک نئی مشکل سے دوچار کر دیا ہے' اور یہ پیغام دیا ہے کہ مستقبل قریب میں امریکہ افغانستان میں اپنا اثر ورسوخ قائم رکھنے کیلئے حصار بندی کا جو منصوبہ بنا رہا ہے' ان حصاروں کو توڑنا طالبان کیلئے آسان ہوگا۔

طالبان کی نئی حکمت عملی کا آغاز قندھار جیل پر کیے جانے والے حملے سے ہوا اور انہوں نے 500 سو کے قریب جنگجوؤں کو آزاد کرالیا' اور پھر ان آزاد ہونے والے جنگجوؤں نے لشکریوں کے ساتھ مل کر تین ماہ کے قلیل عرصے میں میدان شہر اور کابل کے امریکی ٹھکانوں' نیٹو ہیڈ کوارٹرز' امریکہ ایمبیسی' امن کمیٹی ہیڈ کوارٹر اور سی آئی اے ہیڈ کوارٹر پر شدید حملے کیے جن میں 270 سے زائد امریکی ہلاک ہوئے۔طالبان کی ان کارروائیوں سے امریکی عوام پر دہشت طاری ہے جو اسامہ کے قتل کے بعد طالبان کے خلاف فتح پر خوشیاں منا رہے تھے۔سی آئی اے اور عسکری کمان جو کہ امریکی قوم کو من گھڑت دعووں سے بہلا رہے تھے' ان پے در پے شکستوں کا جواز فراہم کرنے میں ناکام ہو کر سارا الزام پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسیوں پر ڈال دیا ہے کہ وہ حقانی گروپ کی امداد کر رہی ہیں جس کے سبب امریکی مارے جا رہے ہیں۔ان الزامات کے بعد پاکستان کو سفارتی دھمکیوں اور یک طرفہ حملے کا کھلم کھلا پیغام دیا گیا اور پاکستانی عوام میں خوف وہراس پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔

اس صورت حال کے پیش نظر راقم نے 24 ستمبر 2011ء کو ایک نجی ٹیلی ویژن کو دیے جانے والے انٹرویو میں قوم کو آنے والے خطرات سے آگاہ کرنے کی کوشش کے ساتھ اس امر کی بھی وضاحت کی کہ ان حالات میں پاکستانی قوم کو اپنی حکومت اور عسکری قیادت سے کیا توقعات رکھنی چاہئیں۔ مجھے یاد تھا کہ 24 ستمبر ہی کا دن تھا' جب دس سال قبل میں نے جنرل پرویز مشرف کو انتباہ کیا تھا کہ ''افغان عوام کے خلاف امریکہ کی مسلط کردہ جنگ میں فریق بن کر وہ ایک انتہائی غیر اخلاقی وغیر آئینی اقدام اُٹھا رہے ہیں کیونکہ اس کے سبب ہماری قومی سلامتی پر انتہائی مہلک اثرات مرتب ہوں گے۔ میں نے مزید کہا تھا کہ ایک دن یہ جنگ ہم پر پلٹ دی جائے گی جس سے ہماری ملکی سلامتی داؤ پر لگ جائے گی لیکن تمام مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود طالبان اس جنگ میں فاتح کی حیثیت سے ابھریں گے جبکہ امریکہ اور اس کے اتحادی شکست سے دوچار ہوں گے اور یہ شکست ویتنام کی شکست سے زیادہ ذلت آمیز ہوگی اور انہیں صدر پاکستان اور چیف آف آرمی سٹاف ہونے کے ناطے افغانستان کی آزادی کی خاطر جانیں قربان کرنے والے جہادیوں کے خون کا سودا کرنے کے جرم میں بدترین شرمندگی اور ذلت اٹھانا پڑے گی۔ لیکن افسوس کہ میرے مشورے پر غور کرنے کی بجائے مشرف نے مجھے دشمن سمجھ لیا۔____ اسی طرح 24 ستمبر 2011ء کو راقم نے TV کو دیے جانے والے انٹرویو میں قوم کو پیغام دیا کہ ''ملکی افق پر منڈلاتے ہوئے خطرے سے نمٹنے کے لئے مسلح افواج کو فوری طور پر متحرک کیا جانا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قوم کو تیار کیا جائے کہ وہ ممکنہ جارحیت کی صورت میں مسلح افواج کی پشت پر کھڑی ہو۔ فوج کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہونے کے لیے قبائل کو آمادہ کیا جائے کہ اگر پاکستان پر حملہ ہوتا ہے تو جنگ کو افغان سرزمین کی جانب دھکیل دیا جائے جہاں ہماری افواج' ہمارے قبائل' طالبان اور افغان مجاہدین کے ساتھ مل کر ایک ایسی قوت بن جائیں گے جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکے گی۔

افواج پاکستان پہلے ہی فیصلہ کر چکی تھیں اور دوسرے ہی دن یعنی 25 ستمبر کو کسی بھی ممکنہ جارحیت سے نمٹنے کے لئے مسلح افواج پاک افغان سرحد پر اپنی جنگی پوزیشنوں پر پہنچ گئیں اور پاک فضائیہ کو ''ریڈ الرٹ'' کر دیا گیا۔ سیاسی قیادت نے بھی ملی بیداری کا ثبوت دیتے ہوئے بیرونی خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے مثبت ردعمل ظاہر کیا ہے۔ اس طرح خوف وخطرے سے دوچار قوم میں نیا جوش اور خود اعتمادی پیدا ہوئی ہے۔ افواج پاکستان کی تیاری دیکھ کر امریکہ کا لب ولہجہ نرم پڑ گیا اور دھمکیوں کی بجائے مفاہمت کے پیغامات آنے شروع ہوئے ہیں۔ امریکی تجزیہ نگار ہنری کسنجر اور طالبان کمانڈر سراج الدین حقانی نے بھی پینٹاگون کے پالیسی سازوں کو پاکستان کے خلاف کسی قسم کی مہم جوئی سے باز رہنے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ اس سے تصادم کا دائرہ پھیلے گا جسے کنٹرول کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر جنگ کا دائرہ وسیع ہوا تو پاکستان و افغانستان کی دفاعی قوتوں کے سیل برہم کے سامنے کوئی طاقت ٹھہر نہ سکے گی اور افغانستان کی تاریخ بھی گواہ ہے کہ قابض فوجیں افغانستان سے زندہ بچ کر کم ہی واپس گئی ہیں۔ اس پیغام کی افادیت کو

سمجھ لیا گیا ہے اور اب باہمی تنازعات کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

مسلح افواج کی بروقت کاروائی نے ممکنہ جارحیت کا راستہ روک دیا ہے۔ وزیر اعظم نے آل پارٹیز کانفرنس بلائی ہے جو غیر ضروری ہے کیونکہ تمام قومی معاملات پر بحث کرنے کیلئے پارلیمنٹ موزوں ترین ادارہ ہے۔ لیکن پارلیمنٹ نے بھی اپنی افادیت کھودی ہے کیونکہ اس سے قبل ڈرون حملوں اور سانحہ ایبٹ آباد کے خلاف جو قرار دادیں منظور کی گئی تھیں انہیں ردی کی ٹوکری کی نذر کردیا گیا ہے۔ موجودہ حالات میں ہماری سیاسی قیادت کیلئے بہترین حکمت عملی یہی ہونی چاہیئے کہ وہ مسلح افواج کی بروقت کاروائی کی وجہ سے حاصل ہونے والی برتری کو قائم رکھیں۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ مسلح افواج کے کمانڈر رصدر پاکستان آصف علی زرداری' معاملات کا حل اپنی پراسرار خاموشی سے تلاش کررہے ہیں۔ اس خاموشی کے پیچھے دراصل وہ تذویراتی تحفظ ہے جو آج پاکستان کو میسر ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت چین اور ایران ہمارے ساتھ کھڑے ہیں جبکہ روس بھی قابض فوجوں کا عبرتناک انجام دیکھنا پسند کرے گا۔ یہ تذویراتی صورت حال دراصل ایک طرح کا حفاظتی حصار ہے جسے تشکیل دینے پر صدر زرداری تحسین کے لائق ہیں کیونکہ انہوں نے اُسی طرح کا کردار ادا کیا ہے جیسا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے کیا تھا اور قوم کے آگے سرخرو ہوئے تھے۔ لیکن دشمنوں نے انہیں ہلاک کردیا۔ اس وقت صدر زرداری کی زندگی کو خطرہ ہے' انہیں مشورہ ہے کہ اپنی حفاظت پر توجہ دیں۔

یہ ایک تاریخی لمحہ ہے جو عالمی جارح قوتوں کے خلاف افغانستان' پاکستان اور ایران کی جدوجہد کی پہچان ہے اور تینوں ممالک کو اپنے مشترکہ مفادات کے تحفظ کے لئے متحد و یکجان کرنے کا باعث بنا ہے' جس کے نتیجے میں تینوں برادر اسلامی ممالک کے مابین اتحاد کی راہ ہموار ہوئی ہے اور یہی میرے Strategic Depth کے دیرینہ خواب کی تکمیل بھی ہے' جس کا اظہار میں نے 25 اگست 1988ء کو فارمیشن کمانڈرز اور راولپنڈی گریژن کے آفیسرز سے خطاب کے دوران کیا تھا کہ: ''آج ہم ایک نئے دور کا سورج طلوع ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ روس کی شکست کے بعد افغانستان آزاد ہو چکا ہے۔ عراق کے ساتھ آٹھ سالہ ظالمانہ جنگ کے بعد ایران ایک ناقابل شکست طاقت بن کر ابھرا ہے اور وہاں اسلامی انقلاب اپنی جڑیں مضبوط کرچکا ہے اور پاکستان میں آمریت کے گیارہ سالہ دور کے بعد جمہوری سفر شروع ہو چکا ہے۔ آزادی کی صبح طلوع ہو چکی ہے اور یہ وقت تینوں ممالک کے لئے انتہائی موزوں ہے کہ وہ ''تذویراتی گہرائی'' کے نظریے کو عملی شکل دیں اور اپنے قومی مفادات کے تحفظ کو یقینی بنائیں''

ایسے خوابوں کے شرمندہ تعبیر ہونے میں وقت لگتا ہے۔ میرے اس خواب کو حقیقت کا روپ دھارنے میں ایک عرصہ گزر چکا ہے اور اس دوران جنگ وجدل اور تباہی و بربادی کا بازار گرم رہا ہے' جس نے تینوں ممالک کو یکجا ہونے پر مجبور کیا ہے' جس میں سب کا مشترکہ فائدہ ہے کیونکہ ''تذویراتی گہرائی'' کا نظریہ ہر زاویے سے سلامتی و تحفظ کی ضمانت ہوگا۔ عالمی استعمار سے نجات پانے کے لئے افغانستان' پاکستان اور ایران کے اتحاد۔ انقلاب عجم۔۔۔ کی معطر ہوائیں چلنا شروع ہو گئی ہیں جن کی سرسراہٹ ہمیں سنائی دے رہی ہے اور ہمارے دکھی دل و دماغ اور زخمی جسموں کو فرحت اور تازگی بخش رہی ہیں۔